قسط-٦

لکھنؤ کی کربلائیں

عالیجناب شیخ تصدق حسین صاحب حنفی ایڈوکیٹ لکھنؤ

کاظمین

کاظمین بغداد کا ایک بڑا محلہ یا بالفاظ دیگر ایک چھوٹا سا شہر ہے جس میں ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام اور نویں امام حضرت محمد تقی علیہ السلام یعنی دادا پوتے کے مزارات ہیں۔ اسی روضہ کی نقل شرف الدولہ غلام رضا خاں نے محلہ منصور نگر میں تعمیر کرائی تھی جس کی گلکاری و رنگ آمیزی نہایت دلکش نظر فریب اور قابل دید ہے۔ روضہ میں داخلہ ایک شاندار پھاٹک کے ذریعہ ہوتا ہے جس کے اندر ایک وسیع صحن میں دو روضے تعمیر ہیں۔ پہلے روضہ میں سنگ مرمر کی ایک ضریح ہے جس میں دو تربتیں بنی ہیں۔ چھت آئینہ پٹی کی ہے جس سے دقیانوسی وضع کے جھاڑ وغیرہ آویزاں ہیں۔ اور دیواروں کی زیب وزینت بھی پرانی قسم کے سنہرے چوکھٹے دار قد آدم آئینوں سے کی گئی ہے۔ اس روضہ کے قریب ہی ایک دوسری عمارت ہے جس کے بالائی حصہ میں چاروں گوشوں پر چار مینار ہیں اور وسط میں دو بڑے بڑے گنبد پہلو بہ پہلو تعمیر ہیں۔ یہ عمارت بہت شاندار منظر پیش کرتی ہے جس پر دو بڑے بڑے مدوّر مونڈھے بنا کر دونوں پر شلجم نما قبے تعمیر کر کے ان پر خوشنما کلیاں لگائی گئی ہیں دونوں مونڈھوں اور قبوں پر سونا چڑھا ہوا ہے جس میں طلائی گمون کی ایسی چنائی دکھائی گئی ہے جب آفتاب کی شعاعیں ان قبوں پر پڑتی ہیں تو ان کی چمک دمک اور جگمگاہٹ سے آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہوتی ہے۔ ان روضوں کے احاطہ سے ملحق ایک دوسرے احاطہ میں مسجد کوفہ واقع ہے جس کے پہلو والی آراضی میں تعزیے دفن ہوتے ہیں مسجد کوفہ میں چاروں طرف محراب دار صحنچیاں ہیں جن کے بیچ میں لمبا چوڑا صحن ہے جس میں طوفان نوحؑ کے کنویں کی نقل بنی ہوئی ہے۔ پوری مسجد سرخ رنگ سے پتی ہوئی ہے۔

روضہ کے تحفظ وبقا کے لئے کوئی جائداد وقف نہیں ہے صرف دو ہزار روپے کے نوٹ ہیں اور دو کانات کا کرایہ آتا ہے۔ تخمیناً ۱۹۱۷ء سے یہ کربلا زیر نگرانی محکمۂ تحفظ آثار قدیمہ ہے اور اس کا انتظام وانصرام وقف حسین آباد ٹرسٹ ہی کرتے ہیں۔ حسین آباد اور امام باڑہ آصفی کی ضریحیں بھی اسی کربلا میں دفن ہونے کو آتی ہیں۔

بروز سیوم امام حسین علیہ السلام گڈھوں پر پردہ دار عورتوں کا بڑا ہجوم ہوتا ہے کچھ تو منتیں مرادیں مانگتی ہیں اور کچھ گڈھوں پر شمعیں روشن کر کے پیالے چھاتی ہیں اور مجلسیں کرتی ہیں

روضہ میں مجالس ہر مہینے اور عشرۂ محرم بھر ہوتی ہیں۔ چند برسوں سے آٹھویں ربیع الاول کو ایک جدید عشرہ منایا جاتا ہے۔ اس روز مختلف انجمنیں علموں اور تعزیوں کے ساتھ ماتم اور نوحہ خوانی کرتی ہوئی روضۂ کاظمین میں آتی ہیں جن کی وجہ سے زائرین کا خاصہ مجمع ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ شب ضربت کو نماز صبح کے وقت مسجد کوفہ سے تابوت اٹھایا جاتا ہے اور ہر امام کی تاریخ وفات پر مجلس عزا برپا ہوتی ہے اور یوم ولادت پر محفل فضائل منعقد کی جاتی ہے۔

حالات بانی روضہ کاظمین

ان کا ابتدائی نام جگنا تھ تھا۔ قوم کے اگروال بقال تھے۔ مرزا منڈی سے متصل نال دروازے میں رہتے تھے۔ پیشہ مہاجنی اور ٹھیکہ داری تھا بعہد دولت حضرت امجد علی شاہ ۱۸۴۲ء میں بابت بقایا زرسرکار تعدادی مبلغ نوے ہزار روپے گرفتار ہوئے۔ اراکین سلطنت کے عناد و دشمنی سے سخت ذلت ورسوائی اٹھائی۔ مجبور ہوکر مذہب آبائی سے ہاتھ اٹھایا اور اسلام کے دامن میں پناہ لی۔ اسلامی نام غلام رضا خاں رکھا گیا۔ یالوگوں کے ہاتھ ایک نیا شگوفہ آیا۔ پچاس برس کی عمر میں جب غریب کی مسلمانی کرالی تب دم لیا۔ اودھ میں کبھی ایک خطاب یافتہ کی زندگی میں وہی خطاب کسی دوسرے شخص کو نہ دیا گیا تھا مگر بعض وجوہات سے حضرت امجد علی شاہ کا دل شرف الدولہ محمد ابراہیم خاں وزیر اعظم کی طرف سے صاف نہ تھا اس لئے خلاف دستور قدیم غلام رضا خاں کو خطاب بھی شرف الدولہ عطا کردیا اور بقول سید کمال الدین حیدر (قیصر التواریخ جلد اول) اس پردہ اسلام سے زر باقیات پر پانی پھر گیا اور انتظام وانصرام علاقہ حضور تحصیل عنایت ہوا جو بظاہر امانی مگر درحقیقت اجارہ داری تھا۔

اس کے علاوہ بھی موصوف کے بہت سے کام مثل تعمیر عمارات کوٹھی جات خلوت خانہ وغیرہ ان کے سپرد تھے۔ جو سلطان عالم کے آخر عہد حکومت تک بدستور ان سے متعلق رہے بلکہ آخر الذکر نے ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ کو خدمت اطلاق اور واصلباتی بھی مہاراجہ بالکرشن اور غلام رضا خاں کے حوالہ کردی تھی اور سکندر باغ کی ایک سمت کی عمارت بھی ان کی معرفت بنوائی تھی۔ راجہ درگا پرشاد سندیلوی غلام رضا خاں کے حالات پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے بوستان اودھ میں لکھتے ہیں۔ رائے جگنا تھ قوم اگروالا بعلت زربقایا زیر محاسبہ آمد واز خصومت اراکین دولت سخت ذلت ورسوائی برداشت کرد۔ چارۂ کار ندیدہ مسلمان شد وحلقۂ غلامی حضرت شہنشاہی درگوش کردہ از مطالبات سلطانی دامن پاک نمود و بخطاب شرف الدولہ غلام رضاخاں بہادر مخاطب گشتہ دخلی بکاروبار سلطنت یافت۔ رفتہ رفتہ دربارش مرجع انام وسرمایہ حل وعقد خواص وعوام شد مرد باجرأت وجاہت بود۔ مادۂ انتظامی بسیار خوب داشت۔ اما فحش بسیار گفتی ودشنام غلیظ باامراء واکابر دادی وخود رانیز ازآن معاف نداشتی اکثر خدمات خاص بادشاہی بہ او مرجوع می شدند بغایت خوبی سرانجام میداد

مرزا رجب علی بیگ سرور بھی جو غلام رضا خاں کے ہم عصر تھے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فسانۂ عبرت میں تحریر کرتے ہیں۔ ۱۲۶۰ھ میں بعد عزل نواب منور الدولہ جب امداد حسین خاں امین الدولہ دوبارہ بروئے کار آئے تو ذی قعدہ کے مہینے میں ان کے پیش دست سعید الدولہ (علی محمد خاں ابن میر بندہ علی خاں) ہوئے مگر یہ نشہ جاہ سے بدمست ہوئے بندہ ہائے خدا کو راحت نہ ملی نہ آرام ہوا۔ نہ ان کو اس عہدہ پر زیادہ قیام ہوا۔ دس مہینے زور وشور رہا۔ مجبوراً ہر شخص یہ مصرع پڑھنے لگا ؎

سر سعید جو کاٹو تو عید ہوتی ہے

ان کی عداوت کا سب کے دل میں گھر ہوا۔ رمضان کی پانچویں ۱۲۶۱ھ میں معزول ہوئے۔ لوگوں کو عید ہوئی۔ امداد حسین کا دغدغہ مٹا۔

۱۳؍فروری ۱۸۴۷ء کو حضرت امجد علی شاہ کے رحلت پر سلطان عالم واجد علی شاہ تخت نشین ہوئے۔ انھوں نے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے وزیر اعظم امین الدولہ نواب امداد حسین خاں کو برطرف کرکے اپنے ایک قدیم مصاحب میرن صاحب

(۱) کوخطاب میر مہدی امیر الدولہ دیگر وزارت کی باگ بھی ان کے ہاتھ میں دے دی اور وفور عنایت سے منڈل وزارت بھی مرحمت فرمائی۔ ابھی پورا خلعت نہ ملا تھا کہ کبر ونخوت سے ان کا دماغ عرش بریں پر پہونچ گیا۔ اور اپنے تقرر کے تیسرے ہی دن ہندوؤں کا ایک مندر واقع مہدیوان جوان کے مکان واقع حیدر گنج کے قریب راستہ میں تھا منہدم کرادیا۔ ہندو اس واقعہ سے بہت برہم ہوئے اور بطور اظہار ناراضگی شہر بھر میں اپنی دوکانیں بند کردیں۔ ایک بلوہ سا ہوگیا۔ ستم رسیدگان دوہائی دیتے ہوئے دردولت بادشاہ پر اور ریزیڈنٹ کے یہاں گئے ۔ ریزیڈنٹ بھی سوار ہوکر بادشاہ کے پاس گئے۔ میرن صاحب کی نظر بندی کا حکم جاری ہوگیا۔ اس روز سے وہ اپنے گھر میں مقید رہے۔ اس کے بعد نواب علی نقی خاں کو خلعت و زارت مرحمت ہوا۔ اسی ہنگامہ کے دوران میں واجد علی شاہ نے عزم آستانہ بوسی درگاہ حضرت عباس فرمایا۔ جلوس سواری درِ دولت پر جمع ہوا۔ شرف الدولہ غلام رضا خاں کو چوک کی آراستگی کا حکم ملا مگر شہر کی دوکانیں بوجہ انہدام مندر بطور احتجاج بند تھیں باوجود فہمائش وتاکید شدید کسی نے نہ کھولی غلام رضا خاں نے لاچار ہوکر بڑی بڑی کوٹھیوں اور سرکاری توشہ خانہ سے زربفت، مشجر، کمخواب اطلس وبانات سلطانی فراہم کرکے چوک کو چوتھی کی دلہن کی طرح سنوار دیا۔ اور آئینہ بندی نے آراستگی اور سجاوٹ کو اور بھی چار چاند لگادیئے۔ منشی رام سہائے تمنا جنہوں نے یہ جلوس بچشم خود دیکھا تھا افضل التواریخ میں لکھتے ہیں:۔

دو گھڑی دن چڑھے سلطان عالم ہودج مرصع وزریں پر بالائے پشت فیل جلوہ فرما ہوئے۔ کوس دولت پیش سواری، علم زرکار، دہل کی کڑک، قرنا کا شور، اطر قوا کی آواز دورباش کی صدا غلغلہ انداز قصر مینا تھی۔ سواران حلقہ زن۔ پیادگان پیشرو، شتر سواران وعلمبرداران کا ہجوم ہر طرف تہنیت اور مبارک باد کی دھوم جب سواری باد بہاری گلستان دولتسرا سے روانہ ہوئی طشت جواہر نثار ہوئے۔ خاصان درگاہ گہر بار تھے۔ سواری خراماں خراماں چوک پہونچی تماشائیوں کا دردولت سے تا درگاہ انبوہ تھا۔ فقرا ومساکین کو گہر آگیں بنایا۔ روپیہ اور اشرفی کی بوچھار تھی۔ اس کارگزاری کے صلہ میں سلطان عالم نے غلام رضا خاں کو خلعت بیباقی علاقہ حضور تحصیل بھی عنایت کردیا۔

سلطان عالم ہی کے عہد دولت میں جلوس سے چھ برس کے بعد روضہ کاظمین غلام رضا خاں شرف الدولہ نے ۱۲۶۹ھ میں تعمیر کرایا قطعۂ تاریخ درج ذیل ہے۔

درزمان ظل حق سلطان عالم بادشاہ
ناصر دین محمدؐ دوستدار کاظمین
افضل واشرف غلام حضرت موسی رضا
ہست شرف الدولہ با صد جاں نثار کاظمین
زوجہ اش شرف النساء خانم کنیز فاطمہ
محسن خلق خدا خدمتگذار کاظمین
از سکون را شرف دارد شرف در ہر دواسم
یافت تسکیں از عطائے بیشمار کاظمین
ہر دوعالی منزلت باحسن نیت ساختند
خوشنما نقل رواق نور بار کاظمین
شد نصیب ہندیاں الحال بے رنج سفر
خاک بوسِ روضہ گردوں وقار کاظمین
لکھنؤ شد غیرتِ فردوس زیں رنگیں بنا
رونق اسلام افروز از بہار کاظمین
گشت نقل مدفنِ سبطیں ایں بیت الشرف
گفت راقم سال تاریخش مزارِ کاظمین

۱۲۶۹ھ

حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد غلام رضا خاں کا ان کی ہندو بیاہتا بیوی سے ترک تعلق ہوگیا۔ اس پر انہوں نے بیگا جان سے عقد کرکے انہیں شرف النساء خانم خطاب دیا۔ یہ

---

(۱)۔ قیصر التواریخ واقفس التواریخ

اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر خوب کہتی تھیں ۔ شیریںؔ تخلص تھا ۔ بہت شیریں آواز بھی ۔ پہلے میر محمدی شبّرؔ سے اصلاح سخن لیتی تھیں بعدۂ شیخ امداد علی بحرؔ لکھنوی کے فیض تلمذ سے مستفیض ہو کر صاحب دیوان ہوئیں۔

بماہ فروری ۱۸۵۶ء سلطان عالم سلطنت وحکومت سے محروم ہو کر بماہ مارچ کلکتہ تشریف لے گئے ۔ ۱۸۵۷ء میں فوج انگریزی نے سرکشی کی اور پانچویں جولائی ۱۸۵۷ء کو مرزا رمضان علی برجیس قدر پسر سلطان عالم کو جو حضرت محل سے تھے ۔تخت نشین کر کے اپنا رئیس قرار دے دیا۔ جب باغی فوج لکھنؤ میں داخل ہوئی تو پہلے نظامت کی پلٹنوں سے سلطانی نمک حراموں نے لوٹ شروع کی ۔ کیونکہ یہ گھر کے بھیدی تھے شہر کے ہر وضیع وشریف وکوچہ ومحلہ سے واقف تھے ۔ جب صاحب مرتبہ اور دولتمندوں کے گھر تاکے تو ہر ایک نے پریشان و سراسیمہ ہو کر اپنے بچاؤ اور تحفظ آبرو کی صورت نکالی ۔ چنانچہ شرف الدولہ غلام رضا خاں بھی اپنے مکان واقع نال دروازہ میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے اور خان علی خاں فوج باغی کے ایک سردار کو بلا کر پانچ سو روپئے دے کر دو سوار اپنی حفاظت کے لئے مقرر کرالئے ۔ مگر فوج باغی کب مانتی تھی ۔ ان کا گھر لوٹنے کو آئی ۔ انہوں نے پھاٹک نہ کھولا ۔ تلنگوں نے یہ الزام لگا کر کہ محمود خاں کوتوال اور انگریز ان کے گھر میں چھپے ہیں ۔ دھڑا دھڑ گولیاں مارنی شروع کر دیں ۔ غلام رضا خاں کے سپاہی بھی رندوں سے گولیاں مارنے لگے ۔ کئی تلنگے موت کے گھاٹ اتر گئے ۔ جب یہ خبر اختریؔ اور بولؔ پلٹنوں میں پہونچی تو اسی وقت دونوں پلٹنیں گھر کھودنے کو تیار ہو کر آئیں ۔ ادھر غلام رضا خاں نے ہزار روپے سے اپنے وکیل کی معرفت سید برکات احمد رسالہ دار کو بھیج دیئے اور کہلا بھیجا کہ میری جان اور آبرو بچایئے ۔ اور احمد اللہ شاہ کے پاس بھی نذر اور ایک تاج بھیجا ۔ رسالدار نے روپیہ لے کر تلنگوں کو منع کر دیا رفع شر ہو گیا ۔ ایک مہینے کے بعد غلام رضا خاں کسی صورت سے مموخاں داروغہ دیوان عام مرزا برجیس قدر اور داروغہ میر واجد علی تک پہونچے پانچ ہزار روپئے مموخاں کو اور ہزار روپئے میر واجد علی کو دیئے ۔ مموخاں نے انہیں خلعت گنجیات دیا کیونکہ بہ سبب بد انتظامی شہر میں غلہ کم آتا تھا اور گراں بھی ہو گیا تھا پھر چند روز میں مموخاں اور غلام رضا ہم نوالہ وہم پیالہ ہو گئے ۔ جب گورے بشیر گنج میں آئے غلام رضا نے رسد رسانی فوج کے لئے اپنے کارندہ امراؤ مرزا کو بھیج دیا ۔ اور از راہ خیر خواہی سرکار پندرہ ہزار روپیہ کا غلہ اپنے پاس سے خرید کر بھروا دیا ۔ جنرل اوٹرم کے اخیر دھاوے کے وقت رسد کا پہونچنا بہت مشکل ہو گیا تھا کوئی حامی نہ بھرتا تھا مگر غلام رضا خاں نے قول واقرار کر کے بخوبی رسد پہونچائی ۔ فی الحقیقت یہ کام بڑی جان جوکھم کا تھا ۔ مسلمانوں کو نان خمیری اور ہندوؤں کو مٹھائی پوری پہنچائی ۔ اور دس ہزار روپیہ کا غلہ قیصر باغ میں نگینہ والی مسجد بارہ دری کے نیچے بھروا دیا وہ کسی کو کھانا نصیب نہ ہوا ۔ اسے بعد فتح گوروں اور سکھوں نے نوش جان کیا۔

غرض اہالیان سرکار کوشش کر کے تھک گئے اور کسی طرح بیلی گارڈ انگریزوں سے خالی نہ کرا سکے تو یہ صلاح ہوئی کہ کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہئے کہ بیلی گارڈ کے سب انگریز بغیر مارے مر جائیں کوئی شخص ایسا ہو جو وہاں جا کر سب کنوؤں میں زہر ڈال دے ۔ کسی نے وہاں جانے کا اقرار نہ کیا مگر شہیدوں کے افسر نے کہا یہ کام ہمارا ہے ۔ سنکھیا ہمیں عنایت ہو ۔ مموخاں نے پانچ سیر سنکھیا فراہم کر کے اور غلام رضا خاں سے بجبر منگوا کر اس کو دی اس نے آ کر کہا ہمارے شہدے جا کر اپنا کام کر آئے ۔ مموخاں دم بدم خبر منگواتے تھے کہ انگریز زندہ ہیں یا مر گئے ۔ مگر ہر مرتبہ یہی خبر آتی تھی کہ ابھی زندہ ہیں۔

۲/ مارچ ۱۸۵۸ء کو بخت نان سردار فوج باغی نے ایک مورچہ چکر والی کوٹھی کی طرف لگایا ۔ غلام رضا خاں کو رسد رسانی کا حکم ہوا ۔ خوانچہ والے ماکولات تر وخشک لے کر اسی وقت جا پہنچے طرفین سے خوب لڑائی ہوئی ۔ اس عرصہ میں انگریزی فوج

جوسلطان پور سے آئی تھی وہ بھی شریک معرکہ ہوئی نواب شرف الدولہ ابراہیم علی خاں جوعہد برجیسی میں وزیر اعظم قرار دیئے گئے تھے ہاتھی پر سوار ہوکر مع فوج دھاوے کو چلے۔کوکرال پر مقابلہ ہوا ایک بم کا گولا نواب کے ہاتھی کے پاس سے گزر کر ایک رسالدار ہمراہ رکاب پر پڑا وہ وہیں پر ختم ہوگیا۔نواب یہ سانحہ دیکھ کر گھر واپس چلے آئے۔فوج نے بھی اپنی راہ لی۔

۱۶؍مارچ ۱۸۵۸ء کوحضرت محل والدہ برجیس قدر لڑائی کے رنگ سے مایوس ہوکر حالت اضطرار میں قیصر باغ سے نکل پڑیں اور صاحبات محل وخادماؤں کے ہمراہ باغ کے کوٹھے سے ہوکر گھسیاری منڈی کے پھاٹک سے باہر نکلیں۔عورتوں کا غول صفیں باندھے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے تھا۔برجیس قدر جن کی گیارہویں سالگرہ حال ہی میں ہوئی تھی ایک سید کی گود میں کندھے سے چمٹے ہوئے تھے۔قصہ کوتاہ یہ گلیوں میں گرتی پڑتی ٹھوکریں کھاتی ہر قدم پر الجھتی ہوئی ٹیلہ شاہ پیر جلیل سے گذر کر مولوی گنج کے پل پر پہنچیں۔جواہر علی خاں نے اپنی پینس اور کہار پیشتر سے وہاں بھیج دیئے تھے۔قریب زوال شمس جناب عالیہ اور برجیس قدر اسی پینس میں سوار ہوئے دیگر صاحبات محل نے وہاں سے اپنی اپنی راہ لی۔اس عرصہ میں کچھ سوار وتلنگے وشاگرد پیشہ ہر طرف سے جمع ہوکر ساتھ ہوگئے۔یحییٰ گنج،نخاس،چوک ہوکر نال دروازہ میں غلام رضا خاں کے گھر میں اتریں۔مگر یہ عاقبت اندیش تھے کچھ انجام پر نظر کر کے عرض کیا یہاں سے گورے بہت قریب ہیں اگر خدانخواستہ کوئی صورت خلاف پیش آئی تو غلام کے لئے باعث روسیاہی ہوگا۔چنانچہ وہاں سے نواب شرف الدولہ محمد ابراہیم خاں کے گھر گئیں وہاں بھی وسوسوں نے گھیرا کہ مبادا نواب اپنا رسوخ سمجھ کر گرفتار کرادیں۔بدیں سبب محل سرائے حسین آباد میں گئیں۔وہاں سے پھر غلام رضا خاں کے مکان میں آئیں مگر بوقت شب شاہ جی کے قدیمی مکان میں قیام کرتی تھیں جب تسلط سرکار انگریزی ہوا تو غلام رضا خاں بہ سبب کارفرمائے سرکار برجیسی گیارہ دن تک تارہ والی کوٹھی (موجودہ امپیریل بینک لمٹیڈ) میں مقید ہوکر حالت سکرات میں رہے ان کو اپنے پھانسی دیئے جانے کا یقین واثق ہو چکا تھا۔کاظمین میں گورے انہیں ختم کئے دیتے تھے مگر جب انہوں نے کارنیگی (Carnegie) صاحب کی دہائی دی تب گلوخلاصی ہوئی اور اپنی یاوری قسمت سے پھر متاجری اور کارفرمائی پر منجانب سرکار سرفراز ہوئے۔جب روضۂ کاظمین گوروں سے خالی ہوا تو پھر اسے آراستہ کیا اور بوقت صبح مجالس بدستور ہونے لگیں۔محرم میں روشنی بھی حسب سابق کی۔درگاہ حضرت عباس بھی عشرہ محرم میں غلام رضا خاں کی ضمانت سے واگذار ہوئی۔فی الجملہ اس کی آراستگی بھی کی۔اسباب سب لٹ گیا تھا۔علم خاص جس سے بناء درگاہ ہوئی تھی اس کا کہیں سراغ نہ ملا۔امیر الدولہ میر مہدی نے کچھ شیشہ آلات بے مصرف سمجھ کر درگاہ میں چڑھادیا۔۱۸۵۸ء میں جب عنان حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی سے نکل کر ملکۂ وکٹوریہ کے ہاتھوں میں آئی تو کنار دریا کوٹھی فرح بخش میں ایک دن رات عملداری جدید کا جشن منایا گیا۔شرف الدولہ غلام رضا خاں نے بھی اپنے امام باڑہ واقع گھڑیالی میں جہاں ۸؍محرم کو حاضری حضرت عباس علیہ السلام ہوا کرتی تھی افسران فوج واعلیٰ عہدہ داران نظامت کی پرتکلف ضیافت کی۔

اس کے بعد وہ امام باڑہ وغیرہ مسمار ہوکر داخل حصار قلعہ ہوگیا۔غلام رضا خاں بروز سہ شنبہ ۲۶؍جمادی الاول ۱۲۷۸ھ کو اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے اور اپنے ہی تعمیر کردہ روضہ میں مدفون ہوئے۔ان کی قبر کی بغل میں شرف النساء خانم شیریں بھی موت کی نیند سو رہی ہیں۔غلام رضا خاں کے مدفن پر قطعہ تاریخ حسب ذیل لگا ہوا ہے:۔

چوں دین حق غلام رضا خاں قبول ساخت
زیں دولتِ ابد شرف الدولہ بنام شد
باصدقِ دل نمود بنا نقل کا ظمین

زیں جا تواں شناخت کہ عالی مقام شد
با زیست خیر خاتمہ بالخیر گشت وبس
چیزش پسند ایزد و خیرالانام شد
تا نزع داشت سورۂ اخلاص وردِ لب
اخلاص حق عیاں بہمہ خاص و عام شد
در کاظمین گشت چو آسودہ زیر خاک
رحمت مجاور لحدش تاقیام شد
ناگاہ عقل طالبِ تاریخ سال فوت
از پیش گاہ ہاتفِ شیریں کلام شد
بگرفت حرف معجم و گفتا بہ قلب صاف
از کاظمین راہئ دارالسلام شد
۱۲۷۸ء

مختصر یہ کہ غلام رضا خاں نہایت خوش فکر اور خوش نصیب آدمی تھے۔ وہ ہر زمانہ میں کامیاب و بامراد رہے۔ ان کا قدیمی عالیشان مکان مرزا منڈی میں اب تک اچھی حالت میں موجود ہے مگر اب ایک ساہو جی کے قبضہ وتصرف میں ہے ان کا قبول اسلام گو شروع میں جان بچانے کو تھا بالنیت نہ تھا مگر بعد میں وہ بہت راسخ العقیدہ مسلمان ہو گئے تھے۔

(مدیر الواعظ :۔ شرف الدولہ کے عدل وانصاف کا ایک واقعہ جناب تاج العلماء سید علی محمد صاحب مجتہد مرحوم نے اپنے مواعظ ارشاد یہ چودہویں رات کے چاند موعظہ چہارم ص ۹۰ میں تحریر فرمایا ہے اس سے شرف الدولہ کے ذاتی حالات پر مزید تبصرہ ہوتا ہے۔)

ماخوذ از ماہنامہ الواعظ لکھنؤ ربیع الاول ۲۷ ۱۳۷۱ھ ردسمبر ۱۹۵۲ء ص ۱۹ تا ۲۲ ر



(بقیہ صفحہ ۲۲ کا۔۔۔)

ایک الماری سے رجسٹر نما کتاب نکال کر لائے اور فرمایا، ”یہ لو! یہ سید علی محمد تاج العلماء کی کتاب ’شرحِ جلالی‘ کا قلمی نسخہ ہے، جو میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ اس کا ایک جز کراچی یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔ وہاں سے کاپی کروا لینا۔ ہاں! مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اسے حفاظت سے رکھنا تم، ماشاء اللہ! خود۔۔۔ میں نے سپاس گذاری کی اور آداب وتسلیمات عرض کر کے آپ کی دعاؤں کے سائے میں رخصت ہو گیا۔

ان دو، تین واقعات سے مولانا کے تجرِ علمی، علم دوستی، طالبانِ علم کی حوصلہ افزائی، تحقیقی کاوشوں، نیز قوم کی بے حسی و بے مذاقی پر روشنی پڑتی ہے۔ قوم کا یہ فرض تھا (اور ہے) کہ مولانا کو تحقیق میں مصروف رہنے دیا جاتا ہے، ان سے علمی استفادہ کی صورتیں نکالی جاتیں، انھیں فکرِ معاش سے آزاد کر کے صرف علمی کام کرنے دیا جاتا اور ان کی کتابوں کی معقول اشاعت کے لئے کوئی ادارہ بنایا جاتا تو سیفِ قلم کا یہ دھنی ناقابلِ یقین علمی وتحقیقی سرمایہ چھوڑتا۔ جو کچھ آپ نے تحریر فرما دیا ہے، اب بھی بڑے کتب خانوں پر بھاری ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قطعات

صبر کے خانے میں جب اک نام لکھنا تھا مجھے
دیر تک سوچا کیا میں، کیا لکھوں، کیونکر لکھوں
کربلا سے شام تک دیکھا، مگر ہوں فکر میں
ثانئ زہراؑ لکھوں، عابدؑ لکھوں، سرورؑ لکھوں؟



مار کر دریا کو ٹھوکر تین دن کی پیاس میں
تشنہ کامی کو حیاتِ جاویدانی دے گیا
ایسا دریائے عطش دنیا نے پھر دیکھا کہاں
حشر تک کے واسطے آنکھوں کو پانی دے گیا



مظہر حسین تاج لکھنوی